شریعت میں ضرورت وحاجت کی رعایت اور اس کی حدود

Consideration of Exigencies and necessities in Sharia and their Limits

محمد تاج الدین[*]

ڈاکٹر ظہور اللہ ازہری[**]

ABSTRACT:

The Universal teachings of the Islam provide the solution of the problems of every era. The concepts of accommodation, easiness and comfort in Islam are unique concepts found in any religion. Islamic Law promotes the concept of lenience while the concept of rigidness is not supported. It has been mentioned in number of narrations that Holy Prophet was sent with an easy Din. He has commanded to spread easiness and comfort and he has discouraged the promotion of concept of rigidity. Allah Almighty has also formulated the laws of jurisprudence on this concept of ease. He has provided relaxation in His commandments in the state of necessity and compulsion. The four schools of law have also defined the concept of necessity and exigencies. They have determined the area of necessity and elucidate the amount of relaxation that is provided in the fulfilment of obligation in state of compulsion and obsession. Dr Wahaba al-Zuhali states that necessity is that thing without which the life of a person comes in to a fatal situation. To save life, religion, money, respect and intellect of a person, in the state of compulsion and obsession one can use the prohibited things as well. In this article this concept of accommodation, easiness and lenience in the light of Quran, Hadith and sayings of Pious Predecessors will be elaborated.

Keywords: Easiness, Lenience, Accommodation, Comfort.

قرآن وحدیث کی بے شمار تصریحات واشارات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی شریعت کا عمومی مزاج یسر وسہولت کا ہے، اسلام کے عام احکام اس طرح کے ہیں کہ انسان انہیں تھوڑی توجہ اور مشقت سے انجام دے سکتا ہے، ان کی انجام دہی میں پوری طاقت وتوانائی صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جس سے انسان کو غیر معمولی مشقت اور ضرر لاحق ہو۔ اسلام دین رحمت ہے۔ کتاب وسنت نے بہت سے احکام میں اضطراری حالات کا استثناء کیا یوں کہ اصل حکم ختم کر دیا یا اس میں تخفیف کر کے کوئی متبادل اور سہل حکم متعین فرمایا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کی زندگی شتر بے مہار کی طرح نہیں کہ جس طرح چاہے رہے جو چاہے کرے، وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا پابند ہے۔ اسلامی شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو انسان کی وسعت وطاقت سے باہر ہو یا جس کی بجا آوری سے انسان پر ناقابل برداشت بوجھ پڑے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا[1]۔ اللہ کسی شخص کو اس کی وسعت (طاقت) سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ امام رازی اور زمخشری جیسے معروف مفسرین نے اس آیت مبارکہ کے تحت وسع کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس حکم پر انسان بغیر کسی تنگی اور گھٹن کے

[*]Research Scholar, Department of Islamic Studies, the University of Lahore, Lahore.
Email: abhh92@gmail.com

[**]Associate Professor, Department of Islamic Studies, the University of Lahore, Lahore.

وسعت اور سہولت کے ساتھ عمل کر سکے وہ وسع ہے۔ [2]

شریعت کا سب سے نمایاں عنصر اور بڑی خصوصیت یسر و سہولت ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ایک لقب السمحہ بھی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ السمحہ وہ دین ہے جس کی تعلیم میں رہبانیت اور نا قابل برداشت مجاہدات نہ ہوں اور اس میں ایسی رخصتیں بھی موجود ہوں جو بوقت ضرورت بشری ضعف کو نبھالیں [3]۔ یسر اور عسر کی تشریح کرتے ہوئے بقاعی لکھتے ہیں:

الیسر: عمل لا یجھد النفس ولا یقتل الجسم، والعسر: مایجھد لنفس ویضر الجسم۔ [4]

ترجمہ: یسر وہ عمل ہے جو انسان کو نہ تھکائے اس کے جسم کو بوجھل نہ کرے اور عسر وہ عمل ہے جو انسان کو مشقت میں ڈال دے جسم کے لئے ضرر رساں ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [5]

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اس آیت میں تخفیف و رخصت کا ضابطہ بیان ہوا ہے جو بے شمار احکام رخصت کی بنیاد ہے [6]۔ دین میں حرج نہ ہونے کی تفسیر میں در منثور میں حضرت مقاتل بن حیان کے مطابق مسلمانوں کیلئے وسعت اضطرار کی صورت میں رخصت مشروع ہونا ہے جیسے دورانِ سفر دو رکعت، خوف کی صورت میں ایک رکعت، سجدہ کرنے کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں اشارہ سے سجدہ کرنے کی اجازت، وضوء کیلئے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم، مسافر و مریض کیلئے رمضان میں روزہ رکھنے کی بجائے دوسرے دنوں میں صیام رمضان کی قضا کرنے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں فدیہ کی اجازت دین میں حرج نہ ہونے کی واضح مثالیں ہیں۔ [7]

امام ابو اسحاق شاطبی نے دفع حرج کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ مکلف سے تنگی دو اسباب سے اٹھالی گئی ہے۔ تنگی کی صورت میں مکلف کے جسم یا عقل یا مال یا حال میں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو کہ حکم شرعی سے اس کا دل ہٹ جائے یا دوسری صورت میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ انسان اپنے بال بچوں کی دیکھ بھال اور دیگر ذمہ داریوں کی بناء پر انتہائی پر مشقت احکام شریعت میں سے بعض کی ادائیگی میں زیادہ انہماک اور غلو انسان کو اپنی انسانی ذمہ داریاں پوری کرنے سے مانع ہو گا اور اگر دونوں طرح کی ذمہ داریاں (دینی اور دنیاوی) پورے طور پر انجام دینا چاہے گا تو خطرہ ہے کہ دونوں سے رہ جائے گا، ایک بھی ذمہ داری کامل طور پر ادا نہیں کر پائے گا [8]۔ ضرورت شریعت مطہرہ کا وہ ضابطہ ہے کہ جس کی بنیاد پر حالت مجبوری میں احکام شریعت میں تخفیف اور آسانی کے بند راستے کھل جاتے ہیں۔ تفسیر قرطبی میں ہے:

ان الضرورۃ ترفع التحریم فیعود مباحا [9]۔ یعنی سخت ضرورت کی وجہ سے حرمت اٹھ جاتی ہے اور چیز مباح ہو جاتی ہے۔

ضرورت کی لغوی تعریف:

لغت میں ضرورت کے معنی کسی چیز کی شدید حاجت کے بیان ہوئے ہیں [10]۔ لغت میں ضرورت کا ایک معنی ایسی شدید ترین مشقت

ہے جس کے ازالہ کیلئے کوئی سہارا نہ ہو، صاحب لغت الفقہاء نے ضرورت کی لغوی تعریف ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے:

الضرورۃ الحاجۃ الشدیدۃ والمشقۃ والشدۃ التی لا مدفع لہا۔[11]

ترجمہ: ضرورت حاجت شدیدہ اور ایسی مشقت وپریشانی کانام ہے جس کے تدارک کیلئے کوئی چیز موجود نہ ہو۔

صاحب القاموس الفقہی نے ضرورت کی لغوی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

الضرورۃ الشدۃ لا مدفع لہا[12]۔یعنی ضرورت ایسی شدید مجبوری کانام ہے جس کی مدافعت کے لئے کوئی سہارا نہ ہو۔

صاحب قواعد الفقہ نے ان الفاظ سے تعریف کی ہے کہ ضرورت ضرر سے مشتق ہے اسکے معنی ایسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو جانا ہے جسکے تدارک کیلئے کوئی چارہ کار نہ ہو[13]۔ابن اثیر نے النہایہ میں ضرورت کا معنی زندگی کی بقاء کیلئے شرعی اجازت لیا ہے[14]

ضرورت کی شرعی واصطلاحی تعریف:

شریعت کی اصطلاح میں ضرورت کامطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے:

الضرورۃ بلوغہ حدا ان لم یتناول الممنوع ہلك او قارب وھذا یبیح تناول الحرام۔[15]

ترجمہ: آدمی کا اس حد کو پہنچ جانا کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک یا قریب الموت ہو جائے، اس صورت میں ضرورتا حرام کھانا مباح ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسانی حاجت کو ضرورت واضطرار کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے۔امام ابو بکر جصاص نے لکھا ہے:

الضرورۃ ھی خوف الضرر بترك الاکل اما علی نفسہ او علی عضو من اعضائہ۔[16]

ترجمہ: ضرورت یہ ہے کہ کھانا پینا ترک کرنے کیوجہ سے آدمی کی جان یا اسکے کسی عضو کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔

مولانا ظفر احمد تھانوی اعلاء السنن میں لکھتے ہیں:

المضطر شرعا انما ھو الخائف علی نفسہ فلا یلحق بہ الا من ھوا مثلہ لا من ھو دونہ۔[17]

ترجمہ: مضطر مضطر اور صاحب ضرورت شرعاً وہ شخص ہے جسے اپنی جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، لہذا مضطر کے حکم میں وہی آئے گا جس کا یہ حال ہو اس سے کم درجہ کی حالت میں مضطر قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ احمد الزرقاء شرح القواعد الفقہیہ میں لکھتے ہیں: ثم الضرورۃ ھی الحالۃ الملجئۃ الی مالا بدمنہ[18]۔

ترجمہ: ضرورت اس حالت کو کہتے ہیں جو آدمی کو ایسی چیز کی طرف مجبور وبیقرار کر دے جس کے بنا کوئی چارہ نہ ہو۔

ضرورت کے اقسام اور اس کے احکام:

علامہ حموی نے شرح الاشباہ والنظائر میں انسانی ضرورت کے پانچ درجے بیان کئے ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول۔

الاشباہ میں ہے:قولہ ما ابیح للضرورۃ فی فتح القدیر یرھھنا خمسۃ مراتب ضرورۃ وحاجۃ ومنفعۃ وزینۃ وفضول۔[19]

ترجمہ: مصنفؒ کا قول ما ابیح للضرورۃ کے متعلق صاحب فتح القدیر نے فرمایا کہ ضرورت کے پانچ درجے ہیں: ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول۔

ضرورت کے درجات بیان کرتے ہوئے علامہ حموی نے لکھا ہے کہ ہلاکت کے خوف سے ضرورت مند کا کسی امر ممنوع کا ارتکاب کرنا، اور ضرورت شدیدہ پر بعض حرام و ممنوع شے کا جواز پہلا درجہ ہے اور یہ جائز ہے۔ علاوہ ازیں تکلیف و مشقت کی بناء پر حرام اشیاء کا کھانا یا امر ممنوع کا ارتکاب، حصول منفعت مثلاً گندم کی روٹی، بکرے کا گوشت وغیرہ اور چربی دار کھانا کی خواہش پر کسی حرام کا ارتکاب، خواہشات نفس مثلاً اچھا لباس، کھانے کے ساتھ حلوہ اور مٹھائی کی خواہش پوری کرنے کیلئے حرام اور کسی ناجائز امر کا ارتکاب یا ضرورت اور توسع کے واسطے مشتبہ امور کا ارتکاب کرنا جائز نہیں۔ ضرورت کی تعریف و اقسام کا یہی مضمون امام سیوطی نے الاشباہ والنظائر میں بیان کیا ہے[20]۔ معلوم ہوا کہ محض خواہش نفس اور سہولت پسندی کا نام ضرورت و حاجت نہیں بلکہ اپنے عمومی مفہوم کے اعتبار سے شرعی ضرورت اس حالت کا نام ہے جس میں اضطرار پایا جائے جس کی وجہ سے حرام اور ممنوع اشیاء حلال ہو جاتی ہیں۔ ضرورت و اضطرار کی اس حالت میں فعل حرام اور شی ممنوع کا مباح ہو جانا چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، مثلاً:

1: حالت اضطرار محقق ہو یعنی جان یا عضو کے تلف ہونے کے خطرہ یقین یا غالب گمان ہو۔

2: خطرہ جان یا تلف عضو محض وہمی و خیالی نہ ہو بلکہ صاحب رائے ڈاکٹر یا طبیب یا مبتلی بہ کو یقین ہو۔

3: حرام یا ممنوع اشیاء کے استعمال سے جان یا عضو کا بچ جانا یقینی ہو تجربہ یا دلیل سے۔

4: حرام کے ارتکاب کے بغیر جان بچنا اور بچانا ممکن نہ ہو یہ چار شرائط ہیں۔[21]

جب ضرورت اضطرار اپنے شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے تو ممنوع اور حرام اشیاء کے استعمال کے بارے میں رخصت کے تین درجے ہوتے ہیں دو درجوں میں حرام اور ممنوع اشیاء کا استعمال جائز ہوتا ہے اور ایک درجہ میں ممنوع و حرام اشیاء کا ارتکاب جائز نہیں ہوتا۔

آیات اضطرار:

قرآن کریم کی پانچ آیات میں اضطرار کا ذکر موجود ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عليه[22]

ترجمہ: اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے علاوہ، سورۃ المائدۃ[23]، الانعام[24]، اور النحل[25] میں بھی اضطرار کا حکم بیان ہوا ہے جن میں حرام غذاؤں کا ذکر کرنے کے بعد اضطراری حالت میں حرمت کا استثناء کیا گیا ہے۔ سورہ مائدہ کی (آیت 3) میں اضطرار کی ایک مخصوص صورت مخمصہ کا ذکر ہے، مخمصہ کا معنی ہے شدید بھوک جو جان لیوا ثابت ہو سکتی ہو، اضطرار کی عام اور متبادر صورت تو بھوک کی شدت اور حلال روزی کا میسر نہ ہونا ہے اور

دوسری صورت اکراہ ہے، کوئی ظالم و جابر شخص ان حرام غذاؤں میں سے کسی کے استعمال پر اس طرح مجبور کر دے کہ اگر تم نے یہ مردار یا خنزیر نہیں کھایا تو تجھے قتل کر دوں گا یا تیری آنکھ پھوڑ دوں گا، اپنی اس دھمکی کو روبہ عمل لانے پر وہ قادر ہے اور ظن غالب سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حرام غذا استعمال نہ کرنے کی صورت میں وہ ایسا کر گزرے گا، جبر واکراہ کی یہ صورت بھی اضطرار میں داخل ہے۔ آیات اضطرار میں جس ضرورت یا ضرر کا دفعیہ مقصود ہے اس کی حد بندی کرتے ہوئے۔ امام ابن العربی فرماتے ہیں کہ: ہمارا بیان کردہ یہ ضرر یا تو ظالم کے اکراہ سے لاحق ہوتا ہے یا شدید تر بھوک سے یا ایسے فقر سے کہ انسان ان محرمات کے سوا کچھ اور نہ پا سکے، ایسی صورت میں استثنائی طور پر حرمت کا حکم ختم ہو جاتا ہے اور وہ حرام چیز مباح ہو جاتی ہے اکراہ ان تمام محرمات کو مباح کر دیتی ہے جب تک کہ اکراہ باقی رہے۔[26]

امام ابو بکر جصاص رازی نے اضطرار اور ضرورت کے حوالے سے سورۃ الانعام کی آیت 119 کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں بھی ضرورت پائی جائے وہاں اباحت پائی جائے[27]۔ ضرورت کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اکل حرام کو ترک کرنے میں جان یا کسی عضو کو ضرر پہنچنے کا خوف ہو خواہ بھوک کی وجہ سے یا اکراہ کی وجہ سے ہو وہ شرعی ضرورت ہے[28]۔ ابن العربی مالکی اور امام ابو بکر جصاص رازی کے اقتباسات سے معلوم ہوا کہ اضطرار میں شدید بھوک اور اکراہ دونوں اس میں شامل ہیں، امام فخر الدین رازی[29] اور امام قرطبی[30] نے بھی اسی نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے۔ اکراہ کی وجہ سے زبان سے کلمہ کفر ادا کرنے تک کی اجازت قرآن میں مذکور ہے، حالانکہ کلمہ کفر کا زبان پر لانا ان محرمات کے استعمال سے زیادہ قبیح ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَن كَفَرَ بِاللهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَـكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[31]۔ یعنی جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل (بدستور) ایمان سے مطمئن ہے، لیکن (ہاں) وہ شخص جس نے (دوبارہ) شرحِ صدر کے ساتھ کفر (اختیار) کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔

اس آیت میں مکروہ کیلئے زبان سے کلمہ کفر ادا کرنے کی اجازت دی گئی، آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن العربی فرماتے ہیں:

مکروہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) کیلئے اللہ تعالیٰ کا انکار اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ زبان سے تو کلمہ کفر ادا کرے لیکن اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اور اگر دل نے بھی زبان کا ساتھ دیا تو گنہگار ہو گا کیونکہ جبر واکراہ باطن پر نہیں ہوتا۔[32]

مفتی محمد شفیع صاحب نے تفسیر معارف القرآن میں لا اثم علیہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ چیزیں تو اب بھی اپنی جگہ حرام ہی ہیں، مگر اس کے کھانے والے سے بوجہ اضطرار کے استعمال حرام کا گناہ معاف کر دیا گیا۔[33]

ضرورت معتبرہ کے حدود اور شرائط وضوابط:

ضرورت سے متعلق دو فقہی قاعدے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں: الضرورات تبیح المحظورات[34]۔ یعنی انتہائی درجے کی شرعی مجبوری ممنوع چیزوں کو مباح بنا دیتی ہیں۔ الضرورۃ تقدر بقدرہا[35]۔ یعنی شدید ضرورت کی بناء پر ثابت شدہ حکم بقدر ضرورت ہی رہے گی۔

قواعد فقہ سے متعلق کتب میں ان دونوں قواعد کے ذیل میں آنے والی جزئیات پر نگاہ ڈالیں تو صاف معلوم ہو گا کہ اس میں وہ احکام بھی داخل ہیں جو اضطراری نوعیت کے ہیں اور وہ بھی جو اس سے کم درجہ کے ہیں، وہ بھی جن کا مقصد حیات انسانی کا تحفظ ہے اور وہ بھی جن کا مقصد دوسری ضروریات کا تحفظ ہے۔ضرورت کو پوری وضاحت کے ساتھ محقق شاطبی نے بیان کیا ہے:

فاما الضرورۃ فمعناھا انہا لا بدمنہا فی قیام مصالح الدین والدنیا بحیث فقدت لم تجر مصالح الدنیا علی استقامۃ بل علی فساد وتہارج وفوت حیاۃ وفی الآخرۃ فوت النجاۃ والنعیم والرجوع بالخسران المبین۔[36]

ترجمہ: ضرورت یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی مصلحت کے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، بایں طور کہ اگر وہ نہ ہو تو دنیاوی مصلحت ٹھیک طرح سے انجام پذیر نہ ہو بلکہ اس میں اضطراب اور بگاڑ پیدا ہو جائے وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور آخرت میں نجات، آرام و آسائش میسر نہ ہو اور وہ بالکل گھاٹے میں پڑ جائے۔

فقہاء کرام کے نزدیک ضرورت معتبرہ اضطرار کا نام ہے۔ لہذا حرام کا ارتکاب ضرورت شدیدہ کے بغیر جائز نہیں ہوتا۔[37] امور پنجگانہ: جان، مال، دین، نسل اور عقل میں تمام انسان برابر ہیں لہذا کسی شخص کو اپنے امور پنجگانہ بچاتے ہوئے کسی دوسرے شخص کے امور پنجگانہ میں سے کسی کا اتلاف جائز نہیں۔ مثلاً اگر یہ دھمکی دی گئی کہ فلاں مسلمان کو قتل کر دو ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا تو ایسی صورت میں مسلمان کا قتل جائز نہیں[38]۔ حاملہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ اگر ماں کی جان کیلئے خطرہ کا باعث ہو تو ایسی صورت میں بھی اس کے ٹکڑے کر کے نکالنا جائز نہیں، خواہ ماں کی جان بچے یا نہ[39]۔ اگر کسی مریض سے طبیب حاذق یہ کہہ دے کہ تمہاری شفاء اس میں ہے کہ تم خون اور پیشاب پی لو اور مردار کھالو اور ان چیزوں کی متبادل چیزیں علاج کے لئے نہ مل سکیں تو مریض کے لئے خون، پیشاپ، مردار کا کھانا پینا جائز ہے، لیکن اگر طبیب یہ کہے کہ ان چیزوں سے شفا جلد حاصل ہو جائے گی تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں[40]۔ ضرورت پر مبنی احکام در حقیقت وہ نصوص وشرعی قواعد سے استثنائی شکلیں ہوا کرتی ہیں جو مقاصد شریعہ خمسہ کے تحت وجود میں آیا کرتی ہیں کیونکہ دین، جان، مال، عقل ونسل کی حفاظت ہی احکام مشروع کئے جانے سے مطلوب و مقصود ہے۔ اس بارے اصولیین نے لکھا ہے کہ:

ومجموع الضروریات خمسۃ: وھی حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل۔[41]

ترجمہ: اور ضروریات کل پانچ ہیں: دین، نفس، نسل، مال اور عقل کی حفاظت۔

علامہ شوکانی نے ان پانچ شرعی مقاصد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے[42]۔ جان جب خطرہ میں پڑ جاتی ہے محض وہمی نہیں بلکہ یقینی طور پر تو مردار، خنزیر، شرب دم و خمر وغیرہ تک مباح ہو جاتا ہے۔ الاشباہ میں ہے:

الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتۃ عندالمخمصۃ واساغۃ اللقمۃ بالخمر والتلفظ بکلمۃ الکفر للاکراہ[43]

ترجمہ: ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح بنا دیتی ہیں، اسی وجہ سے شدید بھوک کی حالت میں مردار کا کھانا اور گلے میں پھنسے ہوئے لقمہ کو شراب سے اتار دینا اور اکراہ کی وجہ سے کلمہ کفر کو زبان پر لے آنا جائز ہے۔

ضرورت کی بناپر اباحت ورخصت تمام محرمات کے حق میں نہیں ہوتی، بلکہ بعض چیزیں ضرورت کی وجہ سے بھی مباح نہیں ہوتیں۔
علامہ شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں:

وقسم یحرم فعله ویاثم باتیانه کقتل مسلم او قطع عضوه او جربه جربا متلفا او شتمه واذیته والزنا۔[44]

ترجمہ: اور معاصی کی ایک قسم وہ ہے کہ ضرورت واکراہ کی حالت میں بھی ان کا کرنا حرام ہے۔ ضرورت کی حالت میں بھی جو ان کا ارتکاب کرے گا، گناہگار ہوگا جیسے مسلمان کا قتل، اس کے کسی عضو کا کاٹنا اس کو جان لیوا مارنا، اس کو سب وشتم کرنا، اذیت پہنچانا اور زنا کرنا۔

لہٰذا ان مستثنیات کے علاوہ جتنے ابواب فقہیہ از قبیل حقوق ومعاملات وغیرہ ہیں وہ سب ضرورت کی تاثیر کا محل بن سکتے ہیں۔

حاجت کا لغوی مفہوم:

حاجت کا مادہ لغت میں ح وج ہے، اصل میں تو حاجت کے معنی محتاج ہونے کے ہیں مگر انسان جس شے کا حاجت مند ہو وہ بھی حاجت کہلاتی ہے۔إن الحاجة تطلق علی نفس الإفتقار وعلی الشئی الذي یفتقر إلیه۔[45]

ترجمہ: بے شک حاجت کا اطلاق محتاج نفس پر کیا جاتا ہے اور ایسی شے پر جس کی طلب ہو۔

المعجم الوسیط میں ہے: الحاجة: مایفقر الیه الانسان ویطلبه[46]

ترجمہ: جس کی طرف انسان کی طلب اور احتیاط ہو اسے حاجت کہتے ہیں:

حاجت کا شرعی واصطلاحی مفہوم:

اصطلاح شرع میں حاجت انسانی مجبوری کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں اگر ممنوع چیز استعمال نہ کی جائے تو انفرادی یا اجتماعی تحفظات تو خطرے میں نہیں پڑتی لیکن مشقت شدیدہ، حرج وتنگی یا کم از کم بے احتیاطی ضرور لازم آتی ہو، اس لئے ایسے موقع پر حرج ومشقت اور بے احتیاطی کے برے نتائج سے بچنے کے لئے انسان ممنوع چیز کا استعمال کر سکتا ہے۔[47]

الحاجة مایفتقر الانسان الیه مع انه یبقی بدونه[48] ۔یعنی حاجت شرع میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کا آدمی محتاج تو ہو لیکن اس کے بغیر وہ ہلاک نہ ہو اور اس کی بقا خطرے میں نہ پڑے۔ حاجت کی مثال یہ ہے کہ جیسے بھوکا اگر کھانے کی چیز نہ پائے تو ہلاک تو نہ ہو مگر تنگی و مشقت میں مبتلا ہو جائے۔ بعینہ یہی بات حموی نے فتح القدیر کے حوالے سے نقل کی ہے[49] ۔انفرادی تحفظ سے مراد فرد کے جان ومال کا شخصی تحفظ ہے اور اجتماعی تحفظات سے وہ پانچ عمومی بنیادیں ہیں جن کے تحفظ کا اسلام میں خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، یعنی دین، جان، عقل، نسب اور مال کی حفاظت کیلئے شریعت محرمات کے استعمال کی بھی اجازت دیتی ہے اور بعض چیزوں پر پابندی بھی لگاتی ہے مثلاً کسی عورت کا جسم دیکھنا شریعت میں ممنوع ہے لیکن علاج ومعالجہ کی غرض سے حکیم وڈاکٹر کے لئے دیکھنے کی اجازت ہے، اس لئے کہ اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو انسان مشقت شدیدہ میں مبتلا ہو جائے گا۔[50]

فقہاء کے ہاں حاجت کی تعریف:

حاجت کی تعریف کی بابت عام طور پر فقہاء کے درمیان اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ امام ابن ہمام، حموی، سیوطی اور مختلف اہل علم نے اس اصطلاح پر بحث کی لیکن اس اصطلاح کی کماحقہ وضاحت اور تشریح امام ابو اسحاق شاطبی نے کی ہے، ان کا بیان ہے:

واما الحاجات فمنعاہا انہا مفتقر الیہا من حیث التوسعة ورفع المضیق المودی فی الغالب الی الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب فاذا لم تراء دخل علی المکلفین علی الجملة الحرج والمشقة ولکنہ لا یبلغ الفساد العادی المتوقع فی المصالح العامة وہی جاریة فی العبادات والعادات والمعاملات والجنایات۔[51]

ترجمہ: حاجیات سے مراد یہ ہے کہ اکثر اوقات حرج کا باعث بننے والی تنگی اور مقصود سے محرومی کی تکلیف سے نجات کیلئے اس کی حاجت محسوس کی جائے کہ اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو مکلفین فی الجملہ حرج ومشقت سے دوچار ہو جائیں لیکن اس کی رعایت نہ کرنے سے پیدا ہونے والی خرابی اس درجہ کی نہ ہو جو عام طور سے مصالح عالیہ کے اندر ہو سکتی ہے اور حاجت عبادات، عادات، معاملات اور جنایات سب میں موثر ہوتی ہے۔

شاطبی نے اپنی اس تعریف میں نہ صرف حاجت کا مفہوم متعین کیا ہے بلکہ یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ اس کے مواقع کیا ہیں یعنی حاجت کا دائرہ اثر عبادت سے بڑھ کر عادات و معاملات یہاں تک کہ جنایات تک وسیع ہے۔ مقاصد پنجگانہ سے متعلق وہ احکام حاجت ہیں جن کا مقصد ان کے حصول میں حائل مشقوں کو دور کرنا یا ان مقاصد کے تحفظ کیلئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ہے۔ شیخ ابوزہرہ نے اسی طرح بیان کیا ہے[52] ابوزہرہ کے علاوہ دیگر معاصر علماء نے بھی تعبیر کے معمولی فرق کیساتھ اسی طرح بیان کیا ہے۔[53]

شخصی اور اجتماعی حاجات کا حکم:

فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ حاجت بھی ضرورت کے درجہ میں آجاتی ہے، خاص کر اس وقت جب کوئی حاجت اجتماعی بن گئی ہو۔ شخصی اور اجتماعی دونوں حاجتوں کا حکم ایک ہے جیسا کہ مذکور ہے کہ: الحاجة تنزل فیمایحظرہ ظاہرالشرع منزلة الضرورة عامة کانت اوخاصة[54] ۔یعنی حاجت محظورات شرعیہ کے اندر ضرورت کے قائم مقام ہوتی ہے، خواہ شخصی ہو یا اجتماعی۔

دور حاضر کے ممتاز فقیہ شیخ مصطفیٰ زرقا کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کتاب وسنت میں جن چیزوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ ضرورت کی بنا پر تو مباح ہو جائیں گی، حاجت کی بناء پر مباح نہ ہوں گی، حاجت خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اس کی وجہ سے منصوص حکم کو ترک نہیں کیا جائے گا، ہاں شریعت کے عمومی قواعد اور قیاس کی مخالفت حاجت کی وجہ سے درست ہے[55] ۔علامہ سیوطی نے الاشباہ والنظائر میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ ضرورت حرام کو مباح کر دیتی ہے اور حاجت حرام کو مباح نہیں کرتی۔[56]

ایک دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ حاجت پر مبنی احکام اگرچہ عموماً نص سے متصادم نہیں ہوتے، بلکہ عام طور پر شریعت کے عمومی قواعد اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی حاجت پر مبنی احکام وقت طور پر کسی ممنوع شرعی کو مباح کرتے ہیں، خصوصاً جب کہ حاجت کا دائرہ

ایک فرد اور چند محدود افراد سے تجاوز کرکے عمومی واجتماعی صورت اختیار کرے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: ضرورت سے ثابت ہونے والے استثنائی احکام اکثر کسی ایسی چیز کی وقتی اباحت ہوتے ہیں جن سے شریعت میں صراحتاً منع کیا ہوا ہوتا ہے اور حاجت پر مبنی احکام اکثر وبیشتر نص صریح سے متصادم نہیں ہوتے، خلاف قیاس ہونے والے اکثر احکام شریعہ حاجت پر مبنی ہوتے ہیں، حاجت پر مبنی بیشتر احکام نص کے مخالف نہیں ہوتے ہیں بلکہ قواعد عامہ کے مخالف ہوتے ہیں، یہ احکام اکثر وبیشتر دائمی ہوتے ہیں، ان سے محتاج اور غیر محتاج سب استفادہ کرتے ہیں۔ کبھی کبھی حاجت سے ثابت ہونے والے احکام ضرورت سے ثابت ہونے والے احکام کی طرح وقتی طور پر ممنوع کو مباح کرتے ہیں اور ممانعت کرنے والی نص کے مخالف ہوتے ہیں۔ [57]

فقہ اسلامی کے عظیم ذخیرہ کے مطالعہ کرنے سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء اسلام نے مختلف منصوص احکام میں عمومی حاجت وحرج کی وجہ سے استثنائی احکام جاری کئے ہیں، خصوصاً اس وقت جبکہ منصوص احکام قطعی اور متفق علیہ نہ ہوں بلکہ مجتہد فیہ اور مختلف یہ ہوں۔

ضرورت اور حاجت کے درمیان فرق:

ضرورت کی وجہ سے وقتی طور پر محرمات کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اضطرار کی حالت میں جان بچانے کے لئے بعض حرام اشیاء کے تناول کرنے اور زبان پر کلمہ کفر لانے کی بھی اجازت دی ہے، اور جو ضرورت کے درجہ کے احکام میں پیدا ہونے والی مشقت کے ازالہ یا احتیاطی پیش بندی کے طور پر دیئے گئے ہوں، وہ حاجت ہیں لیکن اکثر اوقات عملی طور پر ضرورت اور حاجت کے درمیان کسی قطعی حد فاصل کا قائم کرنا دشوار ہو جاتا ہے، اسی لئے امام فخر الدین رازی کا بیان ہے:

ان كل واحدة من ہذه المحرمات قد يقع فيه ما يظهر كونه من ذلك القسم وقد يقع فيه ما لا يظهر كونه بل يختلف ذلك بحسب اختلاف الظنون [58] ۔یعنی ان محرمات میں سے ہر ایک میں بعض دفعہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس قسم میں ہے اور بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ دوسری قسم میں۔ علامہ بدرالدین زرکشی لکھتے ہیں:

وقد يشتبه كون واقعة فى مرتبة الضرورة او الحاجة لتقاربهما وقد قال بعض الاكابر: ان مشروعية الجارة على خلاف القياس فنازعه بعض الفضلاء وقال انها فى مرتبة الضرورة لانه ليس كل الناس قادرا على المساكن بالملك ولا اكثرهم والمسكن مما يكن من الحر والبرد من مرتبة الضرورة۔ [59]

ترجمہ: بعض اوقات یہ بات مشتبہ ہو جاتی ہے کہ یہ از قبیل ضرورت ہے یا حاجت کیونکہ یہ دونوں قریب ہی ہیں، بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اجارہ کا جائز ہونا خلاف قیاس ہے، تو بعض فضلاء نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ بدرجہ ضرورت ہے، اس لئے کہ ہر شخص مملوکہ مکان میں رہائش پر قادر نہیں ہے بلکہ اکثر لوگ اس کی قدرت نہیں رکھتے اور مکان جو سرد و گرم سے بچاتا ہے ضرورت کے درجہ میں ہے۔

ضرورت وحاجت کا باہمی تعلق:

ضرورت اور حاجت دونوں لغت کی رو سے مترادف ہیں، البتہ اصطلاح شریعت اور فقہاء کے یہاں دونوں کے مواقع استعمال اور

مصداق الگ الگ ہیں۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة واساغه اللقمة بالخمر والتلفظ بکلمة الکفر للاکراہ۔[60]

ترجمہ: اسی طرح ضرورت کی وجہ سے شدت کی بھوک میں مردار کھالینا اور حلق میں پھنسے ہوئے لقمہ کو شراب سے اتارلینا اور اکراہ کی صورت میں کلمہ کفر کہہ دینا جائز ہے۔

انسان کے نفس یا عضو کے تلف ہونے کا خطرہ ہو فقہاء اسے اکراہ کامل اور اکراہ ملجی سے تعبیر کرتے ہیں۔ حاجت کا استعمال وہاں پر ہوتا ہے جہاں کہ سخت تکلیف اور مشقت شدید کا اندیشہ ہو، نفس یا کسی عضو کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، اس کو اصول فقہ میں اکراہ قاصر اور اکراہ غیر ملجی سے موسوم کرتے ہیں۔ الاشباہ میں ہے کہ:

الحاجة اذا عمت کانت کالضرورة[61]۔ یعنی حاجت جب عام ہو جائے تو وہ ضرورت کی طرح ہے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں:

المشاق تختلف بالقوة والضعف وبحسب الاحوال وبحسب قوة العزائم وضعفها وبحسب الازمان وبحسب الاعمال[62]

ترجمہ: قوت وضعف، حالات، ارادے کی پختگی و کمزوری، زمانہ اور اعمال کے اعتبار سے مشقتیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔

حافظ عزالدین بن عبدالسلام نے مشقت کے موضوع پر کافی شرح وبسط کے ساتھ کلام کیا ہے۔[63]

حاصل بحث:

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حرج ومشقت کا دور کرنا شریعت کا منشاء ہے، حرج شدید ضرورت ہے۔ شریعت کے مقاصد خمسہ حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ عقل اور حفظ مال کا حصول وبقا جن امور پر موقوف ہو وہ ضرورت ہیں۔ حاجت سے مراد سخت دشواری اور تنگی کی کیفیت ہے۔ مقاصد پنجگانہ سے متعلق وہ احکام حاجت ہیں جن کا مقصد ان کے حصول میں حائل مشقتوں کو دور کرنا یا ان مقاصد کے تحفظ کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ہو۔ شریعت نے ضرورت اور اضطرار کی وجہ سے محرمات کو مباح قرار دیا ہے اس لئے ضرورت کے وقت حرمت زائل ہوتی ہے یعنی شرعاً ضرورت اور اضطرار کی صورت میں بقدر ضرورت حرام اور نجس چیزوں کا استعمال جائز ہو جاتا ہے جبکہ حاجت میں رعایت اور سہولت مل جاتی ہے۔

ہر زمانہ کے اصحاب بصیرت فقہاء وعلماء اور ارباب افتاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے علاقہ اور عہد کے احوال کو سامنے رکھ کر طے کریں کہ کون سے امور ضرورت بن گئے ہیں اور کون سے امور حاجت ہیں۔ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے ضرورت کی بناء پر حرام لعینہ کی اجازت ہوتی ہے اور حاجت کی بناء پر حرام لغیرہ کی بھی۔ اسکی وجہ سے بعض اوقات نصوص کی تخصیص بھی کی جاتی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ علماء انفرادی طور پر اس بارے میں فیصلہ کرنے کے بجائے اجتماعی طور پر اس کی بابت فیصلہ کریں۔ دور حاضر کے حالات، مسائل ومشکلات اس بات کے متقاضی ہیں کہ شرعی اصولوں کے مطابق اضطرار وضرورت، رفع حرج وضرر اور حاجت کا تعین کیا جائے۔

حوالہ جات

[1]البقرہ، 2: 286

[2]رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی، التفسیر الکبیر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1421ھ، ج14، ص79؛ زمخشری، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربي، بیروت، 1407ھ، ج1، ص408

[3]شاہ ولی اللہ، الدهلوی، أحمد بن عبد الرحیم بن الشهید وجیه الدین بن معظم بن منصور، حجة الله البالغة، دار الجیل، بیروت، 1426ھ/2005ء، ص128

[4]بقاعی، إبراهیم بن عمر بن حسن الرباط بن علي بن أبي بکر البقاعي، نظم الدرر في تناسب الآیات والسور، دار الکتاب الإسلامي، القاهرة، س ن، ج3، ص62

[5]الحج، 22: 78

[6]رضوی، نظام الدین، مفتی، فقہ اسلامی کے ساتھ بنیادی اصول، دار النعمان، کراچی، 2010ء، ص114

[7]سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، دار المعرفه، بیروت، س ن، ج1، ص272

[8]شاطبی، ابراہیم بن موسی بن محمد، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار المعرفۃ، بیروت، س ن، ج2، ص136

[9]قرطبی، ابو عبد الله محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی، الجامع لأحکام القرآن، دار احیاء التراث العربي، بیروت، لبنان، س ن، ج2، ص153

[10]جوہری، اسماعیل بن حماد الجوہری، تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ (الصحاح)، دار الفکر بیروت، لبنان، 1402ھ، ج2، ص720۔ ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم بن حبقه افریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج4، ص483۔ فیروز آبادی، ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود، القاموس المحیط، تحقیق التراث فی مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1426ھ/2005ء، ج2، ص77۔73۔ راغب اصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد (م502ھ/1108ء)، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، دمشق، شام، الدار الشامیه، 1412ھ، ص296

[11]قلعه جي، محمد رواس، ا. د، معجم لغة الفقهاء، دار النفائس، بیروت، لبنان، 1988ء، ص283

[12]سعدی، أبو حبیب، القاموس الفقهی، دار الفکر، دمشق، 1993ء، ص223

[13]برکتی، محمد عمیم الإحسان مجددی، قواعد الفقه، الصدف پبلیشرز، کراچی، 1407ھ/1986ء، ص358

[14]ابن اثیر، ابو السعادات مبارك بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری، فی غریب الحدیث و الاثر، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، قم، ایران، ج3، ص83

[15]حموی، أحمد بن محمد مکي، أبو العباس، شهاب الدین الحسیني الحموي الحنفي، غمز عیون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، 1985ء، ج1، ص277

[16]جصاص، احمد بن علی الرازی ابو بکر، أحکام القرآن، دار إحیاء التراث، بیروت، 1405ھ، ج1، ص130

[17]عثمانی تھانوی، ظفر احمد، إعلاء السنن، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، پاکستان، 1418ھ، ج14، ص206

[18] زرقا، أحمدبن الشیخ محمد، شرح القواعد الفقهیه، دارالقلم، دمشق، 1409ھ/1989ء، ص209۔ نعمانی، عبدالرشید، لغات القرآن، عمر فاروق اکیڈمی، لاہور، س۔ن، ج1، ص55

[19] حموی، غمزة عیون البصائر فی شرح الإشباه والنظائر، دار الکتب العلمية، بیروت، 1985ء، ج1، ص119

[20] سیوطی، الاشباه والنظائر، مطبع البابي الحلبي، قاہرة، مصر، 1959ء، ص85

[21] عوده، عبدالقادر، التشریع الجنائی، دار الکتاب العربي، بیروت، لبنان، س۔ن، ج1، ص577

[22] البقره2: 173

[23] المائدة5: 3

[24] الأنعام6: 119

[25] النحل16: 115

[26] ابن العربي، القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربي المعافري الاشبيلي المالكي، أحكام القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت، 1424ھ/2003ء، ج1، ص821

[27] جصاص، احکام القرآن، ج1، ص156

[28] حواله سابق

[29] التفسیر الکبیر، ج5، ص2

[30] قرطبی، الجامع الاحکام، ج2، ص225

[31] النحل16: 106

[32] ابن العربي، احکام القرآن، ج3، ص160

[33] *محمد شفیع، مفتی، تفسیر معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، 1416ھ /1996ء، ج1، ص425*

[34] سیوطی، الاشباه والنظائر، ص84، مطبع البابي الحلبي، قاہرة، 1959ء۔ ابن نجیم، الشیخ زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی، الاشباه والنظائر علی مذہب أبي حنيفة النعمان، دارالکتب العلمية، بیروت، 1419ھ/1999ء، ص108

[35] شرح القواعد الفقهیه، ص187

[36] الموافقات، ج2، ص4۔5

[37] الاشباه والنظائر للسیوطي، ج1، ص286

[38] سرخسی، شرح السیر الکبیر، ج1، ص1562، الشرکة الشرقیة للإعلانات، قاہرة، س۔ن، 1971ء

[39] ابن نجیم، الشیخ زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مطبعة العلمية، قاہرہ، 1311ھ، ج8، ص233

[40] حموی، غمزة عیون البصائر فی شرح الإشباه والنظائر، دار الکتب العلمية، بیروت، 1985ء، ج1، ص275

[41] الموافقات، ج2، ص5۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ج3، ص274

[42] شوکانی، إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول، دار الکتاب العربي، بیروت، 1419ھ/1999، ص189

[43] الاشباہ والنظائر للسیوطي، ص85

[44] شامی، ابن عابدین، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز دمشقی، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 1412ھ/1992ء، کتاب الاکراہ، ج5، ص113۔116

[45] زبیدی، ابو الفیض محمد بن محمد بن محمد بن عبد الرزاق مرتضی حسینی حنفی، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الفکر، بیروت، 1414ھ/1994ء، مادہ حوج، ج2، ص25

[46] إبراهيم مصطفی، المعجم الوسیط، دار الدعوۃ، بیروت، ج1، ص204

[47] أبو زہرہ، محمد أحمد مصطفی أحمد، اصول الفقہ، دار الفکر العربي، قاہرۃ، مصر، 1958ء، ص295

[48] برکتی، محمد عمیم الإحسان مجددی، التعریفات الفقھیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2003ء، ص75

[49] حموی، شرح الاشباہ والنظائر، ج1، ص277

[50] ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج1، ص247۔ اصول الفقہ لابي زہرہ، ص35

[51] شاطبی، الموافقات، ج3، ص5

[52] اصول الفقہ لابي زہرۃ، 349۔348

[53] عبد الوہاب خلاف، علم أصول الفقہ وخلاصۃ تاریخ التشریع، مطبعۃ المدنی المؤسسۃ السعودیۃ، مصر، س۔ن، ص202

[54] شرح القواعد الفقہیہ، ص209

[55] حوالہ سابق

[56] الاشباہ والنظائر للسیوطی، ص85

[57] الزحیلی، أ۔د، وھبہ بن مصطفی، نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ، دار الفکر المعاصر، بیروت، 1997ء، ص75۔274

[58] رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی، المحصول فی العلم الاصول، مع تحقیق طہ جابر فیاض العلوانی، جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ، الریاض، 1400ھ۔ج5، ص161

[59] زرکشی، محمد بن بہادر، البحر المحیط، دار الکشمی، قاہرہ، مصر، 1424ھ، ج5، ص211

[60] الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی، ص108

[61] الاشباہ والنظائر، ص180

[62] الموافقات، ج1، ص14

[63] عزالدین، أبو محمد عز الدین عبدالعزیزبن عبد السلام بن أبي القاسم بن الحسن السلمي الدمشقي، الملقب بسلطان العلماء، قواعد الأحکام في مصالح الأنام، مکتبۃ الکلیات الأزہریۃ، القاہرۃ، مصر، 1991ء، ج2، ص7۔10